جنوری 1978ء
مکمل
Digitized By Khilafat Library Rabwah
ربوہ
خالد
ماہنامہ
مدیر
حافظ مظفر احمد
جنوبی۔ ربوہ
قیمت سالانہ
: ایک روپیہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

— فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ —

• "تیری عاجزانہ راہیں اُس کو پسند آئیں۔"

— الہام حضرت مسیح موعودؑ

• "قوموں کی اصلاح نوجوانوں کی اصلاح کے بغیر نہیں ہو سکتی"

— (المصلح الموعودؓ)

مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کا ترجمان

جلد ۲۵ — نمبر ۴

ماہنامہ خالد ربوہ

صلح ۱۳۵۷ ہش • جنوری ۱۹۷۸ء

— ایڈیٹر: —

حافظ مظفر احمد

•

— نائبین: —

* بشارت احمد محمود * ملک خالد محمود

* محمد الیاس منیر * سید حسین احمد

•

• پبلشر: محمد شفیق قیصر • پرنٹر: سید عبد الحی

• مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ

• مقام اشاعت: دفتر ماہنامہ "خالد" دار الصدر جنوبی۔ ربوہ

قیمت فی پرچہ: ایک روپیہ

٥

قیمت سالانہ: دس روپے

اداریہ

جماعت احمدیہ کا

عظیم الشان جلسہ سالانہ

روزنامہ "امروز" ۳۰ دسمبر ۱۹۷۷ء کی اشاعت میں جماعت احمدیہ کے بین الاقوامی اور عظیم الشان جلسہ سالانہ کا ذکر کرتے ہوئے رقمطراز ہے: ———

"جلسہ کے اختتام پر امامِ جماعتِ احمدیہ نے حاضرین کے ساتھ اسلام کی سربلندی اور نوعِ انسان کی بھلائی کے لئے دعا کی۔ جلسہ میں پاکستان کے مختلف علاقوں کے دو لاکھ احمدیوں کے علاوہ اکتیس (۳۱) بیرونی ممالک کے نمائندہ وفود شریک ہوئے"

بلاشبہ جماعت احمدیہ کا یہ جلسہ سالانہ ——— حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کی جماعت کی صداقت کے لئے تابندہ نشان اور ہمارے زندہ خدا کی قدرتوں کی عظیم تجلّی ہے۔

تقریباً ایک صدی قبل کا ذکر ہے ——— دینِ اسلام نہایت کس مپرسی اور کمزوری کی حالت میں تھا ——— عیسائیت اسلام پر غلبہ حاصل کر رہی تھی اور عیسائی اپنا علَم خانہ کعبہ پر لہرانے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ان حالات میں اسلام کو زندہ کرنے کے لئے ایک بطلِ جلیل کی ضرورت بڑی شدّت سے محسوس کی جا رہی تھی۔ خدائے رحمان نے عین ضرورت کے وقت پر مسلمانوں کو یاد کیا۔ مشیّتِ ایزدی سے دینِ اسلام کو زندہ کرنے والے ایک شخص کی تلاش ہوئی اور قرعۂ فال ہندوستان کے ضلع گورداسپور کے ایک گمنام سے گاؤں میں ایک غیر معروف شخص حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام کے نام پڑا ——— اس عاشقِ رسول صلعم کا دل اسلام کی حالت دیکھ کر مضطرب اور بیقرار ہو رہا تھا ——— چنانچہ آپ نے خدا تعالیٰ سے حکم پا کر مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے کا اعلان فرمایا۔

آپ اکیلے تھے ... تن تنہا تھے آپ کے اپنے گاؤں میں بھی کوئی آپ کو جانتا تک نہ تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم ذمہ داری ڈالنے کے بعد ——— آپ سے وعدہ فرمایا کہ: ———

"فحان ان تعان و تعرف بین الناس"

نیز فرمایا: ———

"یَاْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ"

وہ وقت آتا ہے بلکہ قریب ہے کہ تیری مدد اور نصرت کی جائے گی اور تو لوگوں میں مشہور و معروف ہو جائے گا اور لوگ تیرے پاس دور دور سے اور بڑی کثرت سے آئیں گے یہانتک کہ ان کی کثرت سے راستے گھِس جائیں گے۔

——— ایک کمزور بے کس اور بے زر و بے زور شخص کا یہ دعویٰ اس وقت ایک مجنون کی بڑ خیال کیا گیا۔ مگر یہ خدائی وعدہ تھا اور صادق الوعد خدا اپنے وعدے ہمیشہ پورا کرتا ہے۔

چنانچہ اُس نے انبیاءؑ کے ساتھ اپنی سنت کے مطابق ہمیشہ اس وعدہ کو پورا فرمایا۔ جو یہ ہے کہ: ———

"ان کی مدد کی جائے گی اور ہمارا لشکر (یعنی مومنوں کا گروہ) ہی غالب آئے گا" (الصّٰفّٰت: ۱۷۳)

اور یہ کہ: ———

"ہم اپنے رسولوں کی اور اُن پر ایمان لانے والوں کی اس دنیا میں بھی ضرور مدد کریں گے" (المومن: ۵۲)

"اور اللہ نے فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ مَیں اور میرے رسولؐ غالب آئیں گے" (المجادلۃ: ۲۲)

اس عالمگیر اور مسلّمہ صداقت کا تذکرہ ہرقل شاہِ روم نے ابوسفیان کے جوابات پر تبصرہ کرتے ہوئے کیا تھا اُس نے کہا:

"مَیں نے تم سے پوچھا تھا کہ کیا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھی بڑھ رہے ہیں؟ یا کم ہو رہے ہیں؟ تو تم نے بتایا کہ بڑھ رہے ہیں۔ اور یہی حال ایمان کا ہوا کرتا ہے۔ یہاں تک کہ وہ پورا ہو جائے"

جماعت احمدیہ اس الٰہی نصرت اور نشان کی زندہ گواہ ہے ——— اور ہمارا جلسہ سالانہ اس کا ایک ثبوت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس عظیم الشان جلسہ اور اپنی جماعت کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا:—

"اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اُس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی"۔

آج خدا تعالیٰ کے فضل سے اس کا یہ وعدہ بڑی شان کے ساتھ پورا ہو رہا ہے ——— چنانچہ ایک وقت تھا جب جماعت احمدیہ کے پہلے جلسہ سالانہ میں صرف ۷۵ پچھتّر احباب شریک ہوئے تھے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کے آخری جلسہ میں صرف سات ہزار سو احباب شامل تھے ——— لیکن اب خدا تعالیٰ کے فضل سے اس

جلسہ میں شامل ہونے والے مردوں اور خواتین کی تعداد ڈیڑھ لاکھ تک پہنچ گئی ہے۔ اس جلسہ میں پاکستان کے علاوہ ۱۳ ممالک کے وفود کے ۴۰ نمائندوں نے شرکت کی جو ان ممالک کے اصل باشندے تھے ———— ورنہ کل ۱۳ ممالک سے احمدی احباب جلسہ میں شامل ہوئے ————

جماعت احمدیہ کی اس غیر معمولی الٰہی تائید و نصرت کا نظارہ دنیا کو دعوتِ فکر دیتا ہے۔

ہم قرآن کریم کا یہ عظیم الشان اعلان پھر دوہراتے ہیں کہ: ————

"افلا یرون انّا نأتی الارض ننقصها من اطرافها افهم الغٰلبون ۝"
(الانبیاء: ۴۵)

کہ ہم اُن کے ملک کی طرف بڑھ رہے ہیں اور کناروں کی طرف سے اس کو چھوٹا کرتے جا رہے ہیں۔ تو کیا (اس سلسلہ سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ) وہ غالب آئیں گے؟

○

سالِ نَو مبارک!

نیا سال اپنے دامن میں بے شمار خوشیوں اور مسرتوں کو سمیٹے ہوئے آیا ہے ———— قارئین کرام اور ادارہ کے لئے یہ سال مبارک ہو اور نوجوانوں کا یہ پیارا رسالہ خوب سے خوب تر ہوتا چلا جائے ———— ایک نئے عزم، نئے ولولہ کے ساتھ ہم نئے سال کا استقبال ———— اور نئی جدوجہد کا آغاز دعاؤں کے ساتھ کرتے ہیں ————

کہ اے خدا تو ہمیں ہماری زندگیوں کے مقاصد پورا کرنے کی توفیق عطا فرما ———— ہمیں اپنی محبت اور اپنا پیار عطا فرما ———— اور شاہراہِ غلبۂ اسلام پر ہم آگے ہی آگے قدم بڑھاتے چلے جائیں تاوقتیکہ تیرے دین کی عظمت کا جھنڈا ساری دنیا میں لہرانے لگے۔

اے خدا ———— ! ہمارے پیارے ملک کو امن و سلامتی سے ہمکنار کر ———— اسے خوشحالی و ترقی عطا فرما۔ اسے مضبوطی اور استحکام نصیب فرما۔ تا اس مملکتِ اسلامیہ کے ذریعہ ساری دنیا میں اسلام کا بول بالا ہو اور ساری دنیا میں تیرے نام کا ڈنکا بجے ———— اے خدا تو ایسا ہی کر!

○

سیرت و سوانح

"چہ خوش بودے اگر ہر یک ز اُمّت نورِ دیں بودے
ہمیں بودے اگر ہر یک پُر از نورِ یقیں بودے"

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّلؓ کی زندگی کا مختصر خاکہ

جناب محمود مجیب اصغر انجینیئر راولپنڈی

(۱)

متوکّل علی اللہ، محبِّ رسولؐ، عاشقِ قرآن، فنا فی المسیح الموعودؑ، الحاج حضرت مولانا حکیم نورالدینؓ ۱۸۴۱ء یا ۱۸۴۲ء میں پاکستان کے قدیم ترین شہر بھیرہ میں پیدا ہوئے۔ آپؓ کے والد صاحب کا نام حافظ غلام رسول اور والدہ صاحبہ کا نام نور بخت تھا۔ آپؓ کا سلسلۂ نسب بتیس واسطوں سے حضرت عمر فاروقؓ تک پہنچتا ہے۔ آپ کا خاندان ایک نہایت معزّز اور دیندار خاندان تھا۔ آپؓ کے آباء و اجداد کئی پشتوں سے حفّاظ قرآن، اولیاء اور علمائے دین چلے آرہے تھے۔ حضرت بابا فرید الدین شکر گنجؒ کے والد اور آپ کے جدّ امجد دونوں حقیقی بھائی تھے۔

(۲)

اپنے آقا حضرت مسیح موعودؑ کی طرح آپ کی تعلیم کا آغاز بھی قرآن مجید سے ہوا جو آپ نے نہایت کم عمری میں زیادہ تر اپنی والدہ صاحبہ سے اور کچھ اپنے والد صاحب سے پڑھا آپؓ زبردست حافظہ کے مالک تھے۔ ابتدائی تعلیم مقامی مدرسہ میں حاصل کرنے کے بعد آپؓ کے بڑے بھائی مولوی سلطان احمد صاحب نے آپؓ کو قرآن مجید کا ترجمہ اور عربی کی چند کتب پڑھائیں۔ آپ کو شروع سے ہی علم حاصل کرنے کا بے حد شوق تھا۔ نماز اور دعا سے آپ کو خاص رغبت تھی۔ اٹھارہ بیس سال کی عمر میں آپؓ راولپنڈی کے نارمل سکول میں داخل ہوئے اور نہایت اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہو کر انگریزی مڈل سکول پنڈ دادنخان کے ہیڈ ماسٹر لگ گئے۔ چار سال بعد آپؓ نے استعفیٰ دے دیا اور تعلیم حاصل کرنے کے شوق میں آپؓ رامپور تشریف لے گئے۔ رامپور ان دنوں مشرقی علوم کا مرکز تھا۔ رامپور میں تین سال علوم حاصل کرنے کے بعد آپؓ یونانی طب کی تعلیم حاصل کرنے کے لئے لکھنؤ تشریف لے گئے اور

وہاں حکیم علی حسین صاحب لکھنوی سے طب کی تعلیم حاصل کی۔ وہاں سے حکیم صاحب موصوف کے ہمراہ رامپور بھی تشریف لے گئے جہاں آپ نے طب کی تعلیم جاری رکھی اور حکیم صاحب موصوف سے سند حاصل کی۔ اس کے بعد آپ بھوپال تشریف لے گئے جہاں آپ نے ایک بزرگ مولوی عبد القیوم صاحب سے صحیح بخاری اور ہدایہ پڑھی اور خود بھی اپنی خداداد قابلیت اور عشقِ قرآن کی بنا پر لوگوں کو درسِ قرآن کے ذریعے قرآنی علوم و معارف سکھاتے رہے۔

(۳)

بھوپال میں قیام کے دوران ایک رئیس نوجوان سوزاک میں مبتلا ہو گیا وہ اپنا علاج سادہ اور خفیہ طور پر کروانا چاہتا تھا۔ آپ نے اسے کیلے کی جڑ کا ایک چھٹانک پانی صاف کر کے قلمی شورہ سے ہی ملا کر دن میں کئی مرتبہ پینے کے لئے کہا۔ قدرتِ الٰہی سے وہ صحت یاب ہو گیا اس نے آپ کو ایک گراں بہا خلعت، اور کثیر رقم بطور انعام دی۔ آپ نے سمجھا کہ آپ پر اب حج فرض ہو گیا ہے۔ چنانچہ آپ سرزمینِ عرب کی طرف روانہ ہوئے۔ اس وقت آپ کی عمر ۲۴، ۲۵ سال کی تھی ــــــ۔ خانہ خدا پر نظر پڑتے ہی جو دعا کی جائے وہ قبول ہو جاتی ہے۔ چنانچہ مکہ پہنچ کر خانہ کعبہ پر نظر پڑتے ہی آپ نے یہ دعا فرمائی:۔

"یا الٰہی! میں تو ہر وقت کا محتاج ہوں اب میں کون سی دعا مانگوں۔ پس میں یہی دعا مانگتا ہوں کہ میں جب ضرورت کے وقت تجھ سے مانگوں تو اس کو قبول کر لیا کر۔"

مکہ میں قیام کے دوران آپ نے ایک حج کیا اور پھر آپ نے احادیث کی کتب نسائی، ابوداؤد، اور ابن ماجہ شیخ محمد خزرجی سے۔ صحیح مسلم شیخ الحدیث سید حسین سے اور موطا مولوی رحمت اللہ کیرانوی مہاجر مکہ سے پڑھی۔ پڑھنے کے علاوہ آپ اپنے علوم سے دوسروں کو بھی فیضیاب کرتے رہے۔

ڈیڑھ سال بعد آپ مدینہ تشریف لے گئے جہاں آپ اس وقت کے ایک بزرگ شاہ عبد الغنی مجددی کے درس بخاری، ترمذی، مثنوی مولانا روم اور تصوف کی کتاب قشیریہ کے درس میں شامل ہوتے رہے۔ آپ نے شاہ عبد الغنی کی بیعت بھی کی۔ اس کے علاوہ آپ نے مسجد نبوی سے ملحق ایک لائبریری اور ایک ترک کتب خانہ سے بھی کئی ایک کتابوں کا مطالعہ کیا۔ ناسخ و منسوخ کی کتب کے مطالعہ کے دوران اللہ تعالیٰ نے آپ پر منکشف فرمایا کہ ناسخ و منسوخ کا جھگڑا ہی بے بنیاد ہے۔

کچھ عرصے بعد آپ دوبارہ مکہ تشریف لے گئے اور دوسرے حج کی سعادت پائی۔ حرمین الشریفین میں کئی مرتبہ خواب میں آپ کو حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ شاہ عبد الغنی صاحب کے ذریعہ آپ کو چالیس حدیثوں کا راوی بننے کا شرف بھی حاصل ہوا جو ان تک ستائیس واسطوں سے مسلسل متصل حضور سے پہنچی تھیں۔ آگے چل کر قادیان میں آپ نے اپنے شاگردوں حضرت میر محمد اسحاق اور حضرت حافظ

روشن علی رضی اللہ عنہ وغیرہم کو بھی ان حدیثوں کا راوی بنایا۔

—— (۴) ——

دور دراز ممالک ہند و عرب کے طویل اور تھکا دینے والے سفر اختیار کرنے اور طبی اور دینی علوم کی تکمیل کے بعد وسط ۱۸۶۱ء میں آپؓ اپنے وطن بھیرہ تشریف لائے۔ جہاں آپؓ کا بڑی گرمجوشی سے استقبال کیا گیا لیکن چونکہ آپؓ اہل حدیث عقیدہ اپنا چکے تھے اس لئے بعض مولوی حضرات اپنی قدیم روایات کے ماتحت آپؓ کی مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ بحث و مباحثہ قتل کے منصوبے اور بالآخر ——— سوشل بائیکاٹ!!

اس وقت آپ کی عمر تیئیس ۲۳ سال ہو چکی تھی۔ آپؓ کی پہلی شادی محترمہ فاطمہ بی بی صاحبہؓ[1] بنت مفتی شیخ مکرم صاحب قریشی عثمانی بھیروی سے پانچ سو روپے حق مہر پر ہوئی۔ یہ پہلا موقع تھا کہ آپؓ نے لوگوں کی ناراضگی کی پرواہ کئے بغیر اپنی شادی کی تمام تقریبات کو غیر شرعی رسومات سے پاک رکھا۔

آپؓ نے بھیرہ میں آتے ہی قرآن و حدیث کے درس و تدریس کا کام شروع کر دیا اور خدمتِ خلق کے جذبہ کے ماتحت مطب بھی جاری کر دیا جہاں آپ غرباء کو مفت دوائی دیا کرتے تھے۔ تھوڑے سے ہی عرصہ میں آپؓ کی طبابت کا سکہ بیٹھ گیا۔ اسی زمانہ میں صحابیٔ حضرت مسیح موعودؑ خلیفہ نورالدین جمونی رضی اللہ عنہ آپؓ کی شاگردی میں بھیرہ تشریف لے آئے۔ کم و بیش پانچ سال تک اپنے وطن میں آپ کو خدمت کرنے کا موقع ملا اور آپؓ نے اسلام کی سربلندی اور خدمتِ خلق کے لئے کئی کارنامے انجام دیئے۔ اسی دوران آپؓ کو لاہور، دہلی اور بھوپال کے سفر بھی پیش آئے جن کی تفصیل بڑی دلچسپ، ایمان افروز اور تفصیل سے پڑھنے کے لائق ہے

اس عرصہ میں آپ کو ایک بشارت ملی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں آپؓ کو سیر کرواتے بانہال کے راستے کشمیر لے گئے۔ اس رؤیا کے تھوڑے سے ہی عرصہ بعد آپ کو ۱۸۷۶ء میں مہاراجہ جموں و کشمیر رنبیر سنگھ نے بلوا بھیجا اور آپ کو اپنا شاہی طبیب مقرر کیا۔

○

الاعتذار

جلسہ سالانہ ۱۹۷۷ء کے موقع پر خالد کا خصوصی رنگین مصور نمبر شائع کیا گیا۔ رسالہ کی ضخامت کے باعث تدوین و اشاعت اور طباعت میں تاخیر ہوئی۔ اس کے لئے ہم معذرت خواہ ہیں۔ خصوصی نمبر کے بعد ماہِ جنوری کا یہ شمارہ معمول سے کم صفحات پر مشتمل پیش کیا جا رہا ہے۔ (ادارہ)

○

---

[1] اس بیوی سے آپ کی تین لڑکیاں اور نو لڑکے پیدا ہوئے سبھی لڑکے خورد سالی میں فوت ہو گئے۔ لڑکیوں کے نام امامہ، حفصہ، و امۃ اللہ تھے۔ امۃ اللہ بھی نو دس سال کی عمر میں فوت ہو گئی۔ امامہ غزنوی خاندان میں اور حفصہ کی شادی انہوں کے لڑکے مفتی فضل الرحمن صاحب سے ہوئی۔ آپ کی یہ بیوی ۲۸ جولائی ۱۹۰۵ء کو قادیان میں فوت ہوئیں۔ جنازہ حضرت مسیح موعودؑ نے پڑھایا۔

منظومات

آبِ زُلال

جناب شیخ عبد القادر ۔ لاہور

"جب کبھی غیرتِ انساں کا سوال آتا ہے"
مجھ کو "توقیرِ محبت" کا خیال آتا ہے

تشنگی بڑھتی گئی کام نہ آئی گلِ رنگ
مژدہ اے تشنہ لبو! آبِ زُلال آتا ہے

پیکرِ گِل بھی خدائی میں مخل ہونے لگی
کیا کبھی اپنی ضعیفی کا خیال آتا ہے

بھول جاتے ہو کہ ہر روز سحر ہوتی ہے
ظلمتِ شب پہ بہت جلد زوال آتا ہے

کون دیتا ہے سرِ طور اذانیں، دیکھو
بزمِ ہستی میں نیا کون بلالؓ آتا ہے؟

O

قسط (۲)

جنگل کی کہانی

جناب میجر منظور احمد (ریٹائرڈ) ساہیوال

جب میں نے اپنی جنگِ عظیم والی توپ نما تے کی دوربین سے اس "چڑیل" کو دیکھ لیا جو اتنی دلدوز چیخیں مار رہی تھی تو باوجود جنگل کا وسیع تجربہ رکھنے کے مجھے یاد نہ آسکا کہ آیا پہلے بھی کبھی اسے دیکھنے کا اتفاق ہوا ہے یا نہیں۔ بھرپور چاندنی رات کی وجہ سے میں نے اس کے متعلق کافی باتیں مشاہدہ کر لیں۔ اوّل یہ سنہری عقاب سے ذرا چھوٹے سائز کا پرندہ تھا۔ دوم اس کی ٹانگیں لم ڈھینگ کی طرح لمبی تھیں اور دُم اُلّو کی دُم سے ذرا چھوٹی۔ سوم یہ کہ جب یہ بولتا تھا تو پوری چونچ کھول کر آسمان کی طرف منہ کر کے آواز نکالتا تھا۔

بندوق کی مار سے یہ پرندہ باہر تھا اور رائفل میں استعمال نہ کرنا چاہتا تھا اس کی ایک وجہ تھی۔ وہ یہ کہ رات ہونے کی وجہ سے رائفل کے نشانے پر بھروسہ نہ کیا جاسکتا تھا۔ اس کے علاوہ نشانہ خطا ہو جانے کی صورت میں پورے گاؤں کو مع مسٹر ڈینیسن کے یہ یقین ہو جاتا کہ وہ واقعی چڑیل تھی۔ جس پر رائفل کی گولی بے اثر تھی۔ اسی خیال سے میں اس پرندے پر رائفل کا نشانہ بنانے سے باز رہا۔ آخرکار کوئی بیس منٹ تک چیخ نما آوازیں نکالنے کے بعد اس نے اپنے بڑے بڑے پر پھیلائے اور کسی طرف کو پرواز کر گیا۔ اس کی آواز بند ہو جانے کے باوجود گاؤں میں مکمل خاموشی طاری رہی اور اگلی صبح کسی نے اس بارے میں ایک لفظ تک نہ بولا۔ اس کی وجہ ان لوگوں کا یہ عقیدہ تھا کہ "چڑیل" کا نام لو تو چڑیل آن موجود ہوتی ہے۔ ایسی ہی ایک کہاوت انگریزی زبان میں بھی ہے۔

"Think of the devil
and there he is."

اور پرانے شکاری شیر کے بارے میں بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ جنگل میں شیر کا نام کبھی نہ لینا چاہیے ورنہ وہ کہیں نہ کہیں سے ضرور نمودار ہو جاتا ہے۔

کالاڈنگی کے جنگل کے کنارے ہم دو یورپین خاندان رہتے تھے۔ ان دونوں خاندانوں کے لڑکے لڑکیاں مل کر تعداد میں چودہ تھے اور میں ان سب میں چھوٹا

تھا۔ اس نا اہلی کی بناء پر بہت سے ناخوشگوار فرائض مجھے انجام دینا پڑتے تھے مثلاً جب ندی میں نہانے کا پروگرام ہوتا تو مجھے کپڑوں کی رکھوالی پر بٹھا دیا جاتا جبکہ میرا جی چاہتا کہ اپنی ہوائی بندوق اور غلیل لے کر جنگل میں نکل جاؤں اور شکار سے لطف اندوز ہوں۔ وہاں بیٹھے بیٹھے میں زیادہ سے زیادہ یہ کر سکتا تھا کہ "سال" کے درخت کے سرخ پھولوں یا "بڑ" کے درخت کے پتوں کو نشانہ بنایا کرتا۔ اور بڑ کا دودھ جمع کر کے بلبلیں پکڑنے کے لئے لاسہ تیار کیا کرتا۔ کبھی کبھار سال کے پھولوں سے رس چوسنے کے لئے کوئی "سوہن چڑیا" یا کوئی ہدہد اُدھر آ نکلتا تو مجھے ان کو بھی نشانہ بنانے کا موقع مل جاتا۔

ایک بار ڈیوڈ نے نیل کے خلاف شرارت کا ایک منصوبہ بنایا۔ ڈینسے کا ذکر پہلے آ چکا ہے وہ ایک عظیم الجثہ، مضبوط اور دلیر لڑکا تھا (صرف جن بھوت سے ڈرتا تھا) وہ اپنی تو ڑے دار رائفل اٹھائے شیروں کی تلاش میں آزادانہ جنگل کے اندر گھومتا پھرتا تھا مگر اس کے برعکس نیل ایک نازک مزاج لڑکا تھا جس کی جنگل کے اندر جانے سے جان جاتی تھی۔ وہ کالاڈھنگی سے کوئی پندرہ میل دور پہاڑی راستے پر ایک ڈاکخانے میں ہمارے بڑے بھائی ٹام کے ماتحت کام کرتا تھا اور اتوار گزارنے کے لئے سنیچر کی شام کو گھر آ جاتا تھا۔ منصوبہ یہ تھا کہ ... بھائی کو بہا ... جائے اور اس سے کہا جائے کہ اگلے سنیچر نیل کو وہ ذرا دیر سے چھٹی دے کہ وہ قدرے اندھیرا پڑنے پر کالاڈھنگی پہنچے۔

ڈینسے کو تیار کیا گیا کہ وہ ریچھ کی کھال پہن کر راستے میں بیٹھ جائے اور نیل کو ڈرائے۔ باقی سب لڑکے لڑکیاں چھپ کر تماشا دیکھیں۔

مقررہ دن اور وقت پر ہم سب نے اپنی اپنی جگہیں سنبھال لیں اور نیل کا انتظار کرنے لگے۔ ہاں۔ ڈینسے اس منصوبہ کے لئے ذرا مشکل سے مانا تھا اور اسے تیار کرنے کے لئے ہمیں اسے بتانا پڑا تھا کہ گزشتہ اتوار سینڈوچ میں جو اُسے سرخ فلالین کا ٹکڑا کھانا پڑا تھا۔ وہ سب نیل کی کارستانی تھی۔ اس طرح سے انتقاماً وہ اپنا پارٹ ادا کرنے کے لئے تیار ہوا تھا۔

تھوڑی ہی دیر کے بعد نیل کی مخصوص سیٹی کی آواز سنائی دی۔ وہ سیٹی کی لے پر اپنا پسندیدہ نغمہ الاپ رہا تھا

کبھی سیٹی بجاتا، کبھی گانا گاتا ہوا نیل نزدیک تر آتا جا رہا تھا۔ جونہی وہ سڑک کے موڑ پر پہنچا تو چٹانوں میں سے ریچھ کی کھال پہنے ہوئے ڈینیسے غراتا ہوا نیل کی طرف بڑھا۔ اس کے بعد ہم نے دیکھا کہ نیل نے اپنی دونالی بندوق اوپر اُٹھائی اور دونوں نالیاں یکے بعد دیگرے ڈینیسے پر خالی کر دیں۔ اُف میرے خدا! یہ معصوم شرارت ایک مہلک مذاق میں تبدیل ہو چکی تھی۔ اُسی لمحے دھوئیں کے بادل میں سے ہم نے نیل کو سرپٹ بھاگتے اور ڈینیسے کو چٹانوں کے نیچے ڈھلکتے ہوئے دیکھا۔ ہم سب اپنی اپنی کمین گاہوں سے نکلے اور بھاگ کر نیل کے پاس پہنچے۔ تو اس نے نہایت فخریہ انداز میں ہمیں اطلاع دی کہ ابھی ابھی اُس نے ایک خوفناک عظیم الجثہ ریچھ کو بندوق سے مار گرایا ہے۔ پھر اُس نے ہم سب سے کہا کہ چلو چلیں اور اُس ریچھ کو دیکھیں جو یقیناً اب تک مر چکا ہوگا۔ ڈیبون نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور جانے سے صاف انکار کر دیا۔ وہ بے چاری ڈینیسے کی لاش کو دیکھنے کی سکت نہ رکھتی تھیں اور مسلسل روئے جا رہی تھیں۔ اُدھر نیل صاحب سمجھ رہے تھے کہ یہ شاید خوشی کے آنسو تھے جو اُس خطرناک درندے سے بچ کر سلامت نکل آنے پر بہائے جا رہے تھے۔

غرض نیل کو تنہا اُس جگہ جانا پڑا جہاں اُس کا خیال تھا کہ ریچھ مرا پڑا ہوگا۔ ہم سب خوف اور صدمے سے نڈھال انتظار کرنے لگے۔

اتنے میں کیا دیکھتے ہیں کہ نیل اور ڈینیسے گپیں مارتے ہوئے چلے آ رہے ہیں۔ نیل نے ریچھ کی کھال اٹھائی ہوئی ہے اور ڈینیسے نے نیل کی بندوق۔ حیرت اور خوشی کے مارے ہمارا ایک ساتھ چیخیں نکل گئیں اور ہم تیزی سے ان کی طرف لپکے۔ ڈینیسے نے بتایا کہ نیل نے اس کی چھاتی کا نشانہ لیا تھا اور بندوق کے فائر نے اسے چٹان سے نیچے گرا دیا تھا۔ مگر ریچھ کی دبیز کھال کی بدولت وہ چوٹ سے محفوظ رہا تھا۔ مگر سینے پر بندوق کے دو کارتوس لگا کر وہ زندہ کیسے رہا؟ یہ معمہ شام کے آنے پر کھلا۔ اُس نے ہمیں بتایا کہ:-

مقصد یہ کہ پیش نظر اُس نے ذرا دور اندیشی سے کام لیتے ہوئے بندوق کو نیل کے حوالے کرنے سے پہلے اُس کے کارتوسوں میں سے چھرّے نکال کر اُن میں آٹا بھر دیا تھا۔ (ترجمہ)

○

ماہ فروری میں خدام کے مطالعہ کے لئے پیشگوئی مصلح موعودؓ کی مناسبت سے سبز اشتہار مقرر ہے۔ ذیل میں اس کا تعارف دیا جا رہا ہے۔ خدام سے درخواست ہے کہ کتب حضرت مسیح موعود کا مطالعہ فرماتے رہیں۔ (مہتمم تعلیم)

اس اشتہار کا اصل نام "حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر" ہے لیکن سبز کاغذ پر طبع ہونے کی وجہ سے "سبز اشتہار" کے نام سے موسوم ہو گیا۔ یہ اشتہار حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ان نکتہ چینیوں کے جواب میں لکھا جو بعض مخالفین نے بشیر اوّل کی وفات پر کیں۔ مثلاً یہ کہ یہ وہی بچہ تھا جس کی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷ اگست ۱۸۸۷ء میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی — حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں ...... ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ دعویٰ کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا ہے بلکہ ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں حضورؑ نے تحریر فرمایا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب پیدا ہونے والا ہے ..... لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جو اب پیدا ہو گا یہ وہی لڑکا ہے یا کسی اور وقت میں ۹ برس میں پیدا ہو گا۔

— اسی طرح ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے اشتہار میں یہ کسی جگہ نہیں لکھا کہ جو ۷ اگست ۱۸۸۷ء کو لڑکا پیدا ہو گا وہی مصداق ان تعریفوں کا ہے۔

"پس ایسا خیال کرنا کہ ان اشتہارات میں مصداق ان تعریفوں کا اسی پسر متوفی کو ٹھہرایا گیا تھا۔ سراسر ہٹ دھرمی اور بے ایمانی ہے۔"

نیز اس میں مصلح موعودؓ کے نام اور اس سے متعلقہ پیشگوئی کی وضاحت کی گئی ہے۔

حضور علیہ السلام نے انزالِ رحمت اور روحانی برکت کے بخشنے کے لئے بڑے عظیم الشان دو طریقے بیان فرمائے ہیں:-

اوّل یہ کہ کوئی مصیبت اور غم و اندوہ نازل کر کے صبر کرنے والوں پر بخشش اور رحمت کے دروازے کھولے۔

دوسرا طریق انزالِ رحمت کا ارسال مرسلین و نبیین و ائمہ و اولیاء و خلفاء ہے تا ان کی اقتداء و ہدایت سے لوگ راہ راست پر آ جائیں اور ان کے نمونہ پر اپنے تئیں بنا کر نجات پا جائیں۔

اس دوسری قسم کی رحمت کے ضمن میں حضورؑ نے دوسرے بشیر یعنی محمودؓ کی پیشگوئی کا ذکر فرمایا۔

آخر میں تبلیغ کے عنوان سے حضورؑ نے خلق اللہ کو اپنی بیعت کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے۔ اشتہار کے آخر میں یکم

دسمبر ۱۸۸۸ء کی تاریخ درج ہے۔

مکتوبِ جاپان

جہانِ پرواز کے تعاقب میں

جناب عبد الرحمٰن مکرم حال ٹوکیو جاپان

پہلے دو خطوط میں جاپان پہنچنے تک کا ذکر تھا اب آگے چلتے ہیں۔

یہاں پہنچنے کے چند دن بعد مبشر اسلام جناب عطاء المجیب صاحب راشد کا فون آیا کہ میرا خط انہیں آج ہی اوساکا سے واپسی پر ملا ہے ان سے ملاقات کے لئے یہ طے ہوا کہ وہ اگلی اتوار تشریف لائیں گے۔ اور میں قریبی اسٹیشن پر انہیں ملوں گا۔ اتوار کو بعد دوپہر جب میں اچی گایا ریلوے سٹیشن پر محترم راشد صاحب کی انتظار کر رہا تھا تو مجھے حضرت مولانا ابو العطاء صاحب رضی اللہ درجاتہ بہت یاد آئے۔ تعلیم الاسلام کالج میں ان سے دینیات پڑھی۔ اسی دوران ان کے "الفرقان" سے تعارف ہوا اور "الفرقان" ہمیشہ کیلئے میرا محبوب ترین رسالہ بن گیا۔ ان کی بہت سی تقریریں سنیں۔ ہر تقریر کے سننے کے بعد نفسِ مضمون کے علاوہ ان کی ذاتی سادہ مگر پرکشش شخصیت کا اثر محسوس کیا۔ مختلف طریقوں سے ان سے ذاتی تعلق پیدا کرنے کی کوشش کی اور جب مجھے اطمینان ہو گیا کہ حضرت مولانا اب مجھے اچھی طرح سے جاننے لگ گئے ہیں۔ تو ایک خاص ذہنیت کی خوشی ہوئی۔ ان کی دلفریب طبیعت کے کتنے ہی پہلو تھے جن کے بارے میں میں نے بارہا حیرت و رشک محسوس کیا۔ یہی خیالات ذہن سے گزر رہے تھے کہ جناب راشد صاحب سامنے سے آتے نظر آئے۔ بہت تپاک سے ملاقات ہوئی۔ میں نے صحت کا پوچھا تو فرمایا یہ تو آپ بتائیں کہ میری صحت آپ کو کیسی لگ رہی ہے میں نے انہیں آخری دفعہ بحیثیت صدر مجلس خدام الاحمدیہ جلسہ سالانہ کی ڈیوٹی میں مصروف دیکھا تھا۔ ماشاء اللہ اس کی نسبت اب بہت بہتر صحت تھی۔ میں نے اس تاثر کا اظہار کیا اور دل میں دعا کی کہ مولا کریم مشرقِ بعید کی اس نہایت اہم قوم میں اسلام کے اس نمائندے کو صحت و سلامتی اور مقبولیت اور اثر اور کامیابی عطا فرمائے کہ وہ اس تاجرانہ ذہنیت کی نہایت زیرک قوم کو اسلام کی گود میں ایک تابناک و شاندار مستقبل دکھا کر ان کے دلوں کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی کے لئے جیت لے۔

مجھے اشتیاق ہوا کہ مشی ہاؤس جلد سے جلد دیکھوں
چنانچہ طے پایا کہ ہم چلتے ہیں۔ وہاں جانے کے لئے
ٹرین میں سوار ہوئے۔ راشد صاحب نے میرے ورود
جاپان کے تازہ تازہ تاثرات پوچھے۔ میں نے بتایا کہ
اب تک کے تاثرات بہت خوشگوار ہیں۔ بہت سی
باتیں میرے لئے استعجاب کا موجب ہیں۔ مثلاً اب یہی
ٹرین ہے یہیں۔ ڈبے میں موجود افراد میں سے تقریباً نصف
اخبار یا کتاب پڑھ رہے ہیں اور باقی نصف آنکھیں بند
کئے گویا سوئے ہوئے ہیں۔ فرمایا۔ ہاں اس قوم میں
خواندگی سو فیصد ہے اور مطالعہ کا شوق جنون کی حدود
کو چھو رہا ہے۔ پھر چونکہ یہاں کا رہن سہن ایسا ہے
کہ گھر میں مطالعے کے لئے فارغ وقت نہیں ملتا اور
دفتر جانے اور آنے کے لئے کافی لمبا فاصلہ انہیں ٹرین
پر طے کرنا پڑتا ہے اس لئے اکثر لوگ اخبار یا کتاب
پڑھتے رہتے ہیں۔ ایک دوسرے سے گفتگو کا قطعاً
رواج نہیں ہے۔
جب تک تعارف نہ ہو ایک جاپانی دوسرے کے لئے
اجنبی ہی رہے گا خواہ کتنی دیر ساتھ بیٹھا سفر کرتا رہے
دوسری حیرت میں نے انہیں یہ بتائی کہ مجھے اس
بات سے بڑی الجھن ہوتی ہے کہ اکثر خواتین کھڑی ہوتی
ہیں اور نوجوان اور مرد نشستوں پر بیٹھے ہوتے
ہیں اور کوئی بھی ان کے لئے اپنی جگہ پیش نہیں کرتا۔
ایک دو دفعہ میں نے اپنی سیٹ اسی جذبہ سے پیش
کی مگر دوسری جانب سے کسی گرم جوشی کے جذبہ کی بجائے
صرف سرد تعریف ہی دیکھی ہیں۔ راشد صاحب نے فرمایا

شکر کرو! غیر ملکی ہونے کی رعایت سے بچ گئے ہو ورنہ
یہ قصور ایسا نہیں کہ کوئی غیرت مند خاتون یوں ہی معاف
کر دے۔ میں گھبرا گیا۔ عرض کی وضاحت فرمائیں میرا تو دم
گھٹنے لگا ہے۔ فرمایا بات دراصل یوں ہے کہ عورتوں نے
ایک لمبی جدوجہد کے بعد ہر میدان میں مردوں سے برابری
کے حقوق کی جنگ جیتی ہے۔ اس جدوجہد کے فلسفہ
کا نقطہ مرکزی یہ تھا کہ عورت کسی بھی لحاظ سے مرد سے
کمتر اور کمزور نہیں ہے۔ عورت ہر وہ کام کر سکتی ہے جو
مرد کر سکتا ہے (خود مجھے بھی آپ کی طرح اس سے یعنی
آخری فقرے سے اتفاق نہیں ہے لیکن خیر آگے سنیئے)
اب اگر آپ عورت کو اپنی نشست پیش کرتے ہیں تو آپ
کا جذبہ چاہے کچھ بھی رہا ہو عورت یہی سمجھے گی کہ اس

نے مجھ پر چوٹ کی ہے اور زبانِ حال سے یہ کہا ہے کہ چونکہ تم عورت ہو کمزور ہو اس لئے تمہارا کھڑا رہنا تمہارے لئے زیادہ تکلیف کا باعث ہو گا۔ تم بیٹھ جاؤ۔ میں مرد ہوں۔ سخت جان ہوں۔ کھڑا ہو سکتا ہوں۔ اب عورت کی اس سے بڑی توہین اور کیا ہو سکتی ہے کہ اسے کمزور اور مرد کی نسبت کم جفاکش کہا جائے۔ چنانچہ ایک آپ جیسے بے خبر نے نیک ارادے سے ایک کھڑی ہوئی خاتون کو اپنی نشست پیش کی تو خاتون کا چہرہ غصہ سے سرخ ہو گیا اور اس نے گرجتے ہوئے اس شخص سے کہا۔ کہ تمہیں یہ جرأت کیسے ہوئی ہے میری توہین کرنے کی۔ میں کوئی لنگڑی یا معذور نہیں ہوں جو مجھے تمہاری ہمدردی کی ضرورت ہو میں تندرست و توانا ہوں اور اپنا خیال رکھ سکتی ہوں چنانچہ اس وجہ سے مجھے اگر ایسی صورت حال پیش آئے کہ میں بیٹھا ہوں اور خواتین کھڑی ہیں تو کسی کو کچھ کہے بغیر خود کھڑا ہو جاتا ہوں۔ اگر کوئی خاتون چاہے گی تو بیٹھ جائے گی ورنہ ایسی ناخوشگوار صورت تو بہر حال پیدا نہیں ہوگی۔

راشد صاحب کی اس وضاحت کے بعد میں نے فیصلہ کر لیا کہ آئندہ ایسی غلطی نہ کروں گا۔ اوّل تو چپکے سے دبکا بیٹھا رہوں گا اور اگر جذبۂ خدمت خلق نے زیادہ ہی جوش مارا تو سنتِ راشد پر عمل کروں گا۔

دو جگہوں پر ٹرین بدلنے کے بعد ہم کوئی پون گھنٹے میں مشن ہاؤس پہنچے۔ مشن ہاؤس ٹوکیو کے ایک پُرسکون حصہ میں جاپانی طرز کے ایک لکڑی کا مکان کی دوسری منزل پر ہے۔ میں نے سوچا کہ یہ مالک مکان کس قدر خوش قسمت ہے (اگرچہ خود اسے اس کا احساس نہ ہو) کہ اس کے مکان کا ایک حصہ جاپان میں اسلام کے نور کو پھیلانے کا مرکز بنا ہوا ہے۔

محترم راشد صاحب سے مشن کی تاریخ، ان کی مساعی اور ننھی منی سی جماعت احمدیہ جاپان کے بارے میں جو معلومات حاصل ہوئیں وہ خلاصۃً آپ کی خدمت میں عرض ہیں :۔

خلافتِ ثانیہ کے دوران سرزمین جاپان کی طرف پہلے مبشر اسلام جناب صوفی عبد القدیر صاحب نیاز جون ۱۹۳۵ء میں جاپان پہنچے۔ دوسرے مبلغ جناب حافظ عبد الغفور صاحب جنوری ۱۹۳۷ء میں تشریف لائے۔ ان کے آنے کے کچھ عرصہ بعد صوفی صاحب محترم جولائی ۱۹۳۵ء میں مرکز واپس تشریف لے گئے۔ جنگ عظیم دوم شروع ہونے پر مجبوراً حافظ صاحب محترم کو بھی ۱۹۴۱ء میں مرکز واپس لوٹنا پڑا۔

خلافتِ ثالثہ کے آغاز میں ہی سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح نے پرانے مشنز (جو مختلف وجوہات کی بناء پر بند کرنے پڑے تھے) کے نئے سرے سے احیاء کی طرف توجہ فرمائی اور جاپان خوش قسمت نکلا کہ اس کی باری سب سے پہلے آگئی۔ مشن کے قیام کی غرض سے جاپان کے سماجی اور مذہبی رجحانات کا جائزہ لینے کے بعد محترم صاحبزادہ مرزا مبارک احمد صاحب وکیل التبشیر تحریک جدید نے جاپان کا دورہ فرمایا۔ بظاہر یہ ایک ایسے ملک کا دورہ تھا جہاں اسلام اور خاص طور پر جماعت سے دلچسپی اور ہمدردی رکھنے والا کوئی شخص نہ تھا مگر خدا تعالیٰ

نصرت دین کے کاموں میں کس طرح معین و مددگار بنتا ہے اس امر کا ایک دلچسپ مطالعہ جاپان میں احمدیہ مسلم مشن کے احیاء ثانی کی تاریخ میں ملتا ہے۔ ایک مثال جاپانی مسلمان محمد اویس کوبے ہاشمی صاحب کی ہے جو تبلیغ اسلام کے جذبہ سے سرشار ہو کر پاکستان گئے اور جماعت سے متعارف ہوئے اور مرکز سلسلہ میں ایک عرصہ قیام کیا اور اگرچہ باقاعدہ بیعت کر کے جماعت میں شامل تو نہ ہوئے مگر جماعت کا خدمت اسلام کا جوش ان کے دل کو جیت چکا تھا اور انھوں نے بیعت نہ کرنے کے باوجود اپنے دل کی اس فتح کو کبھی چھپایا نہیں اور اس دلی تعلق نے جو ذمہ داریاں ان پر ڈالیں ان سے کبھی پہلو تہی نہیں کی۔ چنانچہ حضرت میاں صاحب محترم کے دورہ کے وقت انھوں نے نہایت جانفشانی سے دن رات ایک کر کے ان کے قیام کو زیادہ سے زیادہ مفید اور کامیاب بنایا۔ مشن کے قیام اور مبلغ اسلام کی آمد کے سلسلہ میں جو بھی کام تھے وہ اپنے ذمہ لئے اور انھیں باحسن نبھایا۔ (کیا یہ امر دلچسپ نہیں کہ آج شام ہم انہی کی دعوت پر ان سے ملنے ان کے ہاں جا رہے ہیں ؟)

دور ثانی کے پہلے مبلغ جناب میجر عبدالحمید صاحب ۸ ستمبر ۱۹۶۹ء کو تشریف لائے۔ ان کی گارنٹی کوبے ہاشمی صاحب محترم نے ہی دی۔ پہلے انھوں نے کچھ عرصہ ہوٹل میں قیام کیا۔ پھر ایک مکان کرائے پر لے کر رہنے لگے اور دو سال کے قریب موجودہ عمارت میں قیام کیا۔ انھوں نے نئے سرے سے جاپانی معاشرہ میں نفوذ حاصل کرنے کے لئے جاپانی زبان سیکھی۔ جاپانی زبان میں ہماری تعلیم" کا ترجمہ شائع کیا۔ تعارفی دو ورقے شائع کئے اور آخری دور میں حضرت مسیح علیہ السلام کے سفر کشمیر کے بارے میں انگریزی اور جاپانی میں ایک کتابچہ شائع کیا۔ ساڑھے پانچ سال کی خدمت کے بعد میجر صاحب محترم ۲۸ فروری ۱۹۷۵ء کو واپس مرکز سلسلہ تشریف لے گئے۔ انھوں نے اسلامی تعلیم کا جو بیج بویا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس کے پھولنے پھلنے اور ایک تناور درخت بننے کے لئے سازگار حالات بہت جلد پیدا فرمائے۔ آمین!

جناب عطاء المجیب صاحب راشد (سابق صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے طور پر خدمت میں مصروف

تھے اور ان کے ذہن کے کسی گوشے میں بھی یہ خیال نہیں آیا ہوگا کہ انہیں چند ہی دنوں میں جاپان میں مبشرِ اسلام کی حیثیت سے بھجوایا جائے گا۔ جب کسی دوست سے اُنھیں ملاءِ اعلیٰ کی ان سرگوشیوں کی اطلاع ملی ہوگی تو اُن کا سب سے بڑا تاثر غالباً حیرت ہی رہا ہوگا نظام روحانی کا سب سے بڑا لطف میرے خیال میں یہ ہے۔ (اور مبشرینِ اسلام کو ایسے لطائف دوسروں سے زیادہ ہی میسّر آتے ہیں) کہ ؎

"راضی ہیں ہم اُسی میں جس میں تری رضا ہو"

کراچی سے ٹوکیو کے تھکا دینے والے طویل ہوائی سفر کے دوران جب راشد صاحب نے "جاپانی بول چال" نامی کتاب کھولی ہوگی تو انہوں نے کیا سوچا ہوگا؟ میں نے پوچھا تو فرمایا کہ تھوڑی دیر ورق گردانی کے بعد جب طبیعت اکتا گئی تو میں نے ذہن سے جاپانی زبان نہ جاننے کی فکر کے بوجھ کو جھٹکتے ہوئے کتاب کو ایک طرف رکھ دیا اور دعا کی اور دل کو تسلّی دی کہ جس آقا نے مجھے اس حال میں جاپان بھیجا ہے کہ ٹوکیو کے مستقر پر اترتے وقت مجھے جاپانی کا ایک لفظ بھی نہیں آتا وہ اپنے فضل سے میری مناسب تعلیم کا خود ہی انتظام فرما دے گا۔

ہیڈ صاحب محترم نے راشد صاحب کا پُر تپاک استقبال کیا اور فرمایا ـــــــ "راشد میاں! یہ لو اپنا جاپان! اب یہ مولا کریم کے اور تمہارے سپرد ہے۔ ہم تو اب چلے!"

ہیڈ صاحب کو وطن سدھارے چند ہی دن گزرے ہوں گے کہ ایک فون آیا۔ راشد صاحب نے اٹھایا تو کوئی جاپانی صاحب تھے جو خالص جاپانی میں کچھ کہہ رہے تھے۔ راشد صاحب نے انگریزی میں انھیں سمجھانے کی کوشش کی مگر شاید انہیں اتنی بھی انگریزی نہ آتی تھی جتنی جاپانی راشد صاحب اب تک سیکھ سکے تھے۔ یہ صورت حال اس سے بہت زیادہ پریشان کن تھی جس قدر دلچسپ یہ بظاہر نظر آتی ہے ایک طرف ایک مخلص جاپانی احمدی نئے آنے والے مبلّغِ اسلام سے اس کی آمد پر اپنے مخلصانہ جذبات کا اظہار کر رہا تھا دوسری طرف ان خلوص بھرے جذبات کے بیان کا ایک لفظ بھی نہ سمجھنے کے باعث راشد صاحب انتہائی طور پر پریشان تھے۔ پیشانی اس احساس ندامت سے عرق آلود تھی کہ کتنی بے کسی کی حالت ہے ایک دوست نہ جانے اپنے کس کام کے لئے کہہ رہا ہے اور میں اس کی بات نہیں سمجھ رہا۔ بالآخر مجبور ہو کر انھوں نے فون بند کر دیا۔ شدّتِ غم سے گڑگڑا کر مولا کریم کے حضور التجا کی کہ تو میری قابلِ رحم حالت دیکھ رہا ہے۔ مجھ پر فضل فرما اور بہت جلد مجھے اس نئی زبان کے سمجھنے اور بولنے کی توفیق عطا فرما تاکہ اس جیسا تکلیف دہ موقعہ دوبارہ نہ پیش آئے۔ ساتھ ہی اُسی وقت سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ الودود کی خدمت میں اس تازہ زخم کے درد بھرے جذبات عرض کر کے دعا کی درخواست لکھی۔ مولا کریم نے فضل فرمایا اور بہت جلد جلد انہوں نے جاپانی زبان سیکھنی شروع کر دی۔ اگرچہ یہ سلسلہ ابھی جاری ہے مگر ماشاء اللہ ان کی جاپانی دانی کا شہرہ جاپانی احباب میں خوب چرچا ہے ایک دوست نے بتایا کہ اب تو راشد صاحب ہماری بھی تصحیح کرتے ہیں اگر کبھی بول چوک ہو جائے تو فوراً پکڑ لیتے ہیں *

* اور پوچھتے ہیں کہ آپ نے یوں کیوں نہیں کہا؟ ماشاء اللہ! مبشرِ اسلام کی یہی شان ہے۔ مولا کریم ان کے علم اور کام میں بہت بہت برکت

روحانی خزائن

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی

کتب کی اہمیت و افادیت

جناب محمد انوار الحق۔ گنج مغلپورہ لاہور

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق اللہ تعالیٰ کی طرف سے احیاء اسلام کے لئے مبعوث کئے گئے تھے حضرت مہدی معہود علیہ السلام کے متعلق یہ بھی پیشگوئی تھی کہ

" وَاِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ "

یعنی مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام کے زمانہ میں اشاعت کثرت سے ہوگی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے احیاء اسلام کے اس مبارک اور عظیم الشان مقصد کی تکمیل کے لئے حضور نے لٹریچر تیار فرمایا اور مختلف مضامین پر اٹھاسی کے قریب کتب تحریر فرمائیں۔ آپ کی یہ عظیم خدمت خدا تعالیٰ کی [illegible] میں مقبول ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام "سلطان القلم" رکھا۔

چنانچہ حضور فرماتے ہیں:۔

"اللہ تعالیٰ نے اس عاجز کا نام "سلطان القلم" اور میرے قلم کو "ذوالفقار علی" فرمایا۔"

(تذکرہ صفحہ ۲۲۱)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصانیف کی اہمیت واضح کرنے کے لئے خود آپ کے اپنے ارشادات درج کئے جاتے ہیں۔ جن سے آپ کی کتب کی اہمیت کا اندازہ ہو سکتا ہے۔ حضور فرماتے ہیں:۔

(۱) "جو شخص میرے ہاتھ سے جام پئے گا جو مجھے دیا گیا ہے وہ ہرگز نہیں مریگا وہ زندگی بخش باتیں جو میں کہتا ہوں اور وہ حکمت جو میرے منہ سے نکلتی ہے اگر کوئی اور بھی اس کے مانند کہہ سکتا ہے تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں آیا۔ لیکن اگر یہ حکمت اور معرفت جو مُردہ دلوں کے لئے آب حیات کا حکم رکھتی ہے دوسری جگہ سے نہیں مل سکتی تو تمہارے پاس اس جرم

کا کوئی عذر نہیں کہ تم نے اس سرچشمہ
سے انکار کیا جو آسمان پر کھولا گیا۔"
(ازالہ اوہام ص [illegible] طبع اول)

پھر حضورؑ فرماتے ہیں:۔
(۲) "مجھ کو خدا تعالیٰ نے بہت سے حقائق
و معارف بخشے اور اس قدر میری کلام
کو معرفت کے پاک اسرار سے بھر دیا کہ
جب انسان خدا تعالیٰ کی طرف سے پورا
تائید یافتہ نہ ہو اس کو یہ نعمت نہیں
دی جاتی۔" (انجام آتھم طبع دوم ص [illegible])
(۳) "وہ شخص جو ہماری کتابوں کو کم از
کم تین دفعہ نہیں پڑھتا اس میں ایک
قسم کا کبر پایا جاتا ہے۔"
(سیرۃ المہدی حصہ سوم)
(۴) "کتابوں کو شائع کرنا چاہیئے تاکہ
تبلیغ ہو ...... اللہ تعالیٰ نے
ہمیں بہت سے سامان دیئے ہیں ان
سے فائدہ نہ اٹھانا اللہ تعالیٰ کی نعمت
کا انکار کرنا ہے۔"
(ملفوظات جلد ششم۔ ص [illegible])
(۵) "خدا کا چشمہ پھوٹ پڑا مگر ابھی وہ
بیابان میں دور بہہ رہا ہے اس کے آسمانی
علوم کا دریا چل رہا ہے لیکن ان
لوگوں کو کچھ بھی خبر نہیں۔"
(کشتی نوح ص [illegible])

حضور علیہ السلام اپنے ان روحانی خزائن کا ذکر
اپنے ذیل کے اشعار میں یوں فرماتے ہیں:۔

"باغ مرجھایا ہوا تھا گر گئے تھے سب ثمر
میں خدا کا فضل لایا پھر ہوئے پیدا ثمار
وہ خزائن جو ہزاروں سال سے مدفون تھے
اب میں دیتا ہوں اگر کوئی ملے امیدوار
اب اسی گلشن میں لوگو راحت و آرام ہے
وقت ہے جلد آؤ اے آوارگانِ دشتِ خار
اک زماں کے بعد اب آئی ہے یہ ٹھنڈی ہوا
پھر خدا جانے کہ کب آویں یہ دن اور یہ بہار"
(درثمین۔ اردو)

حضور علیہ السلام کی کتب کی افادیت کے سلسلہ
میں آپؑ کی کتب پر غیروں نے جو تبصرے کئے ہیں ان میں سے بعض
ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:۔
جناب مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا:۔
"وہ شخص بہت بڑا شخص جس کا قلم
سحر تھا اور زبان جادو۔ وہ شخص جو
دماغی عجائبات کا مجسمہ تھا جس کی
نظر فتنہ اور آواز حشر تھی جس کی
انگلیوں سے انقلاب کے تار الجھے
ہوئے تھے اور جس کی دو مٹھیاں بجلی کی
دو بیٹریاں تھیں۔ وہ شخص جو مذہبی
دنیا کے لئے تیس برس تک زلزلہ اور
طوفان رہا اور شور قیامت ہو کر
خفتگان خواب ہستی کو بیدار کرتا رہا۔"

پھر مولانا موصوف نے حضورؑ کی وفات پر ایک زبردست اداریہ تحریر کرتے ہوئے لکھا:۔

"مرزا صاحب کا لٹریچر جو مسیحیوں اور آریوں کے مقابلہ پر ان سے ظہور میں آیا قبولِ عام کی سند حاصل کر چکا ہے ۔۔۔ ہمیں دل سے تسلیم کرنی پڑتی ہے"۔

خواجہ حسن نظامی نے یوں ذکر کیا:۔

"مرزا غلام احمد صاحبؑ اپنے وقت کے بہت بڑے فاضل بزرگ تھے۔ آپؑ کی تصانیف کے مطالعہ اور آپؑ کے ملفوظات کے پڑھنے سے بہت فائدہ پہنچ رہا ہے اور ہم آپ کے تبحرِ علمی اور فضیلت وکمال کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتے"۔

(منادی سن ۱۹۳۰ء)

مولوی ظفر علی خان لکھتے ہیں:۔

"ہندو اور عیسائی مذہبوں کا مقابلہ مرزا صاحب نے نہایت قابلیت سے کیا ہے۔ آپ کی تصانیف "سرمہ چشم آریہ" اور "چشمۂ مسیحی" وغیرہ آریہ سماجیوں اور مسیحیوں کے خلاف نہایت اچھی کتابیں ہیں"۔

الغرض حضور علیہ السلام کی کتب کی اہمیت و افادیت کا غیروں نے بھی اعتراف کیا اور باوجود اختلاف عقائد کے وہ یہ تسلیم کئے بغیر نہ رہ سکے کہ حضورؑ نے قلمی جہاد کا فریضہ باحسن وجوہ پورا کیا۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم آپؑ کی تعلیمات سے کماحقہٗ استفادہ کر سکیں اور اسی طرح دین و دنیا میں سرخرو ہوں۔ آمین!

○

تقریبِ سعید

محترم حافظ مظفر احمد صاحب مدیر ماہنامہ "خالد" و مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ ابن محترم عبد المنان صاحب دار العلوم غربی ربوہ کا نکاح محترمہ امۃ الحفیظ صاحبہ عابدہ زیروی ایم ایس سی لیکچرار جامعہ نصرت ربوہ بنت محترم صوفی خدا بخش صاحب زیروی دار النصر ربوہ سے مورخہ ۲۹ر دسمبر کو پانچ ہزار روپیہ حق مہر پر سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد مبارک ربوہ میں پڑھا۔ ۲۹ر دسمبر کی شام کو ہی رخصتانہ کی تقریب بھی عمل میں آئی اور ۳۰ر دسمبر کو دعوتِ ولیمہ منعقد ہوئی۔

جملہ ممبران مجلس ادارت و انتظامیہ ماہنامہ "خالد" اس تقریبِ سعید پر محترم حافظ صاحب اور ان کے جملہ عزیز و اقارب کو دلی مبارکباد پیش کرتے ہیں۔

(مرزا فرید احمد مہتمم اشاعت مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

سفرنامہ

نویں قسط

کینیڈا کی سیر

جناب حسن محمد خان عارف ربوہ

یہ تو آپ جانتے ہی ہیں کہ دنیا کا سب سے بڑا ملک روس ہے لیکن اس کے بعد دوسرا بڑا ملک شاید آپ کے علم میں نہ ہو ——— کینیڈا ہے —
دنیا کی ساری جھیلیں اگر ملائی جائیں تو سب سے زیادہ جھیلیں کینیڈا میں ہیں۔ دنیا کا سب سے بڑا جنگلاتی علاقہ بھی اسی ملک میں ہے لیکن اس کے باوصف یہ قوم تجارتی لحاظ سے دنیا میں چھٹے نمبر پر ہے۔ یہ حقیقت ہے کہ یہ ملک اتنا بڑا ہے کہ دنیا کا کوئی شخص یہ سارا ملک دیکھ نہیں سکا۔ دنیا کے کس ملک نے انقلابات نہیں دیکھے؟ لیکن یہ وہ ملک ہے جس کے باشندوں نے کوئی انقلاب نہیں دیکھا۔ کوئی جنگِ آزادی نہیں لڑی یا کوئی سیاسی بحران پیدا نہیں ہوا۔ اور تو اور ان لوگوں نے سب سے پہلی بار اپنے قومی پرچم کو آج سے صرف بارہ برس قبل ۱۹۶۵ء میں سلامی دی۔ برسوں یہ لوگ اپنے جھنڈے کا ڈیزائن طے نہ کر سکے۔ ان کا سب سے بڑا دشمن وہ پہاڑیاں اور جنگلات ہیں جنہیں صاف کرنے پر یہ قوم تلی ہوئی ہے اور اگر کبھی بدقسمتی سے کوئی ہوائی جہاز ان جنگلوں یا پہاڑیوں میں تباہ ہو جائے تو میرا خیال ہے کہ اسے تلاش میں مہینوں لگ جائیں گے۔ امریکہ اور کینیڈا کے درمیان سرحد بالکل مصنوعی ہے بس ایک خط کھینچ دیا گیا ہے اور سرحد بن گئی۔ یہاں کے لوگ پرندوں کی طرح شمال سے جنوب کی طرف عارضی ہجرت کرتے ہیں اور ہر دو کینیڈین باشندوں کے مقابلہ میں جنہوں نے مشرقی یا مغربی صوبوں میں ہجرت کی ہو، چار نے امریکہ ہجرت کی ہے جو کینیڈا کے جنوب میں واقع ہے۔

اگر آپ مغرب سے مشرق کی طرف سفر کریں تو پہلے برٹش کولمبیا آئے گا پھر البرٹا کا صوبہ، اور پھر سسکاچوان جو پریریز (Praries) کہلاتے ہیں۔ یہ وہ علاقے ہیں جہاں کینیڈا اتنا اناج پیدا کرتا ہے کہ اسے دنیا کا اناج گھر کہا جاتا ہے اور لاکھوں ٹن دنیا کے دوسرے ممالک کو برآمد کیا جاتا ہے ان تین صوبوں کے بعد بھی صوبہ اونٹاریو پہنچنے کے لئے ایک ہزار میل کا جنگل، پہاڑ اور پانی کے ذخیروں کو عبور کرنا پڑیگا۔ یہ صوبہ یعنی اونٹاریو صنعتی لحاظ سے بہت ترقی یافتہ

ہے۔ اسی صوبہ میں ٹورنٹو کا شہر واقع ہے جہاں میں نے
اپنے قیام کا معتد بہ عرصہ گزارا۔ یہ صوبہ اپنے ہمسایہ صوبہ
کیوبک سے اپنی جغرافیائی حدود کے علاوہ لسانی اعتبار
سے بھی جدا ہے۔ اونٹیریو میں انگریزی بولی جاتی ہے
اور کیوبک میں فرانسیسی زبان کا بول بالا ہے اور یہیں
دونوں کینیڈین۔ اور دو صدیاں اسی تنازعہ پر گزر
گئی ہیں کہ کون سی زبان با اقتدار ہو۔ کیوبک واحد صوبہ
ہے جہاں فرانسیسی زبان رائج ہے اور باقی سارا کینیڈا
انگریزی بولتا ہے۔ اس کے باوجود فرنچ بولنے والے
اپنی محبوب زبان کو کسی حالت میں بھی چھوڑنے کے
لئے تیار نہیں اور یہی ایک بڑی وجہ ہے جس سے ان
میں آپس میں کچھ بداعتمادی سی ہے۔ کینیڈا بارہ صوبوں
میں منقسم ہے۔

نووا سکوشیا، نیو برنزوک، نیو فاؤنڈ لینڈ
کیوبک، اونٹیریو، مانی ٹوبا، سسکا چوان، البرٹا۔
برٹش کولمبیا، نارتھ ویسٹ ٹیری ٹریز (شمال مغربی
علاقے) یوکون، پرنس ایڈورڈ جزائر۔

اس ملک کا رقبہ چار کروڑ مربع میل سے کچھ کم
ہے یوں سمجھ لیں کہ قریباً چودہ پاکستان اگر ایک ساتھ
رکھے جائیں تو ایک کینیڈا بنتا ہے۔ اور آبادی دو کروڑ
کے لگ بھگ ہے یعنی ہمارے ملک کی آبادی کے ایک
تہائی سے بھی تھوڑی۔ کینیڈا دنیا کو کاغذ، کاغذ کی
لگدی، مویشی، مکھن، دودھ، گیہوں، تیل، نکل اور
لکڑی بے حساب برآمد کرتا ہے

کینیڈا کے اصل باشندے ریڈ انڈین ہیں لیکن
پندرھویں صدی کے بعد سے یورپین آباد کاروں نے اس
پر قبضہ جمانے کی کوشش کی ان کی آبادی زیادہ تر انگریزوں
اور فرانسیسیوں پر مشتمل ہے۔ فرانسیسی سب سے
پہلے آئے اور قریباً ۳۰ فیصد آبادی انہی لوگوں کی ہے اور
اس طبقہ نے اپنی زبان۔ رسم و رواج اور طور طریقوں کو
قائم رکھتے ہیں۔ انگریزی طور طریقوں کی بھرپور اور کامیاب
مخالفت کی۔ کینیڈا اور امریکہ کے لوگوں کا ایک نمایاں
فرق یہ ہے کہ امریکہ میں قریباً نوے سے پچانوے فیصد لوگ
انگریزی بولتے ہیں۔ لیکن کینیڈا میں ۲۰ فیصد لوگ
صرف فرانسیسی زبان بولتے ہیں۔ ترک وطن کر کے دوسرے
ملکوں سے جو لوگ کینیڈا میں آباد ہوتے ہیں وہ اکثر
انگریزی سیکھتے ہیں۔ ان کے بچے انگریزی سکولوں میں جاتے
ہیں۔ یہ لوگ امریکن تہذیب سے شدید متاثر ہیں۔ ان
کی کاریں، ان کے کھانے، ان کا لباس سب امریکنوں
جیسا ہے یہ امریکن فٹبال کھیلتے ہیں۔ ان کا لہجہ امریکنوں
جیسا ہے۔ یورپ میں اگر کوئی کینیڈین سیاح سفر کر رہا
ہو تو اس پر امریکن ہونے کا گمان ہوتا ہے۔ دونوں
ملکوں کے باشندے ایک دوسرے کے ملک میں آزادانہ
بغیر ویزا کی پابندیوں کے آجا سکتے ہیں۔ لیکن ایک انگریز
اگر کینیڈا سے امریکہ جانا چاہے تو وہ بغیر ویزا کے
سرحد عبور نہیں کر سکتا۔ میرے کینیڈا کے قیام کے
دوران بھی ایک ایسا واقعہ ہوا۔

میں جب پاکستان سے روانہ ہوا تو امریکن ویزا
لے کر چلا تھا۔ ہمارے محبوب حضرت خلیفۃ المسیح الثالث
ایدہ اللہ تعالیٰ بھی ان دنوں تین دن کے لئے کینیڈا میں

دونوں اخوذ ہوئے۔ جب حضور واپس تشریف لے گئے تو آپ نے امریکہ کے سرحدی شہر بفلو (Buffalo) سے ہوائی جہاز پر سوار ہونا تھا۔ حضور کا قیام ٹورنٹو میں تھا اور بفلو ٹورنٹو سے تقریباً ۱۰۰ میل کے فاصلہ پر ہے۔ جو دریائے نیاگرا کے کنارے پر امریکہ میں واقع ہے دریا کے اسی جانب شہر نیاگرا ہے جو کینیڈین علاقہ ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے جماعت ٹورنٹو کی خواہش پر دن آبشارِ نیاگرا کے کنارے گزارا جہاں سینکڑوں احمدی مرد و زن بچے بھی اور بوڑھے بھی اپنے امام کو الوداع کہنے گئے ہوئے تھے ـــــــ مغرب کے وقت حضور نے پرواز کرنا تھا۔ اس لئے کافی وقت پہلے ہم لوگ بفلو کے لئے روانہ ہو گئے۔ پل کے اُس پار امریکن سرحدی دفاتر تھے۔ وہاں ہم کو روک لیا گیا۔ ہمارے پاسپورٹ دیکھے گئے۔ جو لوگ پاکستانی تھے لیکن کینیڈا میں آباد ہونے کے لئے گئے تھے انھیں بغیر کسی حیل و حجت کے آگے جانے کی اجازت مل گئی لیکن میں تو ٹورسٹ تھا اس لئے مجھے روک لیا گیا مگر تھوڑی ہی چند گز کے فاصلہ پر دفتر جا کر مجھے ویزا دے دیا گیا۔ ہمارے دوستوں میں ایک کے دو بچے بھی ساتھ تھے جو برٹش قومیت رکھتے تھے ان کے پاس امریکہ کا ویزا نہ تھا۔ ان دونوں بچوں کو آگے جانے کی اجازت نہ تھی۔ متعلقہ حکام سے یہ عرض بھی کی گئی کہ صرف دو گھنٹے کے لئے جانا ہے اور پھر واپس آجائیں گے اور ویسے بھی یہ بچے ہیں بارہ چودہ سال کی عمر ہے۔ اس لئے انھیں اجازت دے دی جائے۔ لیکن وہاں پر تو قانون سب کے لئے ایک جیسا ہے۔ اُن بچوں کو آگے جانے کی اجازت نہ ملی۔ بلکہ یہاں تک کہ امریکن سرزمین پر دو گھنٹے ٹھہرنے بھی نہ دیا گیا۔ اس دوست کو دوبارہ اپنے بچوں کو موٹر میں واپس کینیڈا کی سرحد پر لے کر آنا پڑا اور ان دونوں بچوں نے اپنے باپ کی واپسی تک پل کے اُس پار کینیڈا کی سرزمین اور نیاگرا کے علاقہ میں وہ گھنٹے گزارے۔

کینیڈین لوگوں نے اپنے بڑے شہر آباد کرنے میں دو ہی چیزیں مدِ نظر رکھیں۔ ایک تو تجارتی لحاظ سے وہ بہترین جگہ ہو دوسرے حفاظتی لحاظ سے بھی اچھی جگہ ہو۔ خوش قسمتی سے اکثر ان میں سے ایسی جگہ آباد ہوئے جس کا قدرتی حسن ان شہروں کی شان کو دوبالا کرتا ہے۔ وینکوور بحرِ اوقیانوس کی ایک بہت بڑی آبنائے پر آباد ہے جس کی پشت پر خوب صورت پہاڑیاں ہیں ٹورنٹو حسین جھیل اونٹاریو کے کنارے آباد ہے۔ مانٹریال حسین پہاڑیوں کے دامن میں بستا ہے اور دریائے سینٹ لارنس اس کے حسن کو دوبالا کرتا ہے۔ کیوبک کا شہر بھی اسی دریا کے کنارے اور پہاڑیوں پر آباد ایک خوب صورت شہر ہے۔ ہیلی فیکس کا خوبصورت شہر نووا سکوشیا کے حسین ساحلوں پر آباد ہے جو دنیا کی بہترین بندرگاہوں میں شمار ہوتا ہے۔

کینیڈا کے عظیم ملک کے مشرقی کنارے پر بحرِ اوقیانوس ٹھاٹھیں مارتا ہے اور مغربی کنارے پر بحرالکاہل کی لہریں ٹکراتی ہیں۔ یہ بات شاید آپ کیلئے حیران کن ہوگی کہ پندرہ برس پہلے تک مشرقی ساحل سے مغربی ساحل تک جانے کے لئے کینیڈا کی اپنی کوئی

شاہراہ نہ تھی۔ انھیں جنوب میں امریکہ کے ملک میں داخل ہو کر آگے جانا پڑتا تھا اور اب جو سڑک ملک کے "شرقاً غرباً" بنائی گئی ہے وہ اکثر مقامات پر صرف ۲ lanes والی ہے۔ کینیڈا کی سرحد سے آپ کسی مقام سے بھی ڈیڑھ سو میل شمال کو چلے جائیں تو آپ کو حقیقی کینیڈا نظر آجائے گا۔ یعنی جنگلات اور اجاڑ علاقے اور یہ ویرانی علاقہ تقریباً ساڑھے بائیس لاکھ مربع میل ہے۔ جس میں جنگلات کثرت سے ہیں۔ ٹنڈرا کے برفانی میدان، چٹانیں اور پہاڑیاں سب اسی ویرانی کا حصہ ہیں۔ لیکن اسی ویرانی میں لوہے، تانبے، سونے، چاندی، زنک، نکل، یورینیم، پلاٹینم اور لیتھیم کے وسیع ذخائر دبے پڑے ہیں۔ پٹرول اور گیس ان کے علاوہ ہیں اور انہی خزانوں کے طفیل کینیڈا زرعی ملک سے صنعتی ملک بن چکا ہے اور آبادی میں بھی اضافہ ہو رہا ہے۔

دسویں صدی عیسوی میں آئس لینڈ کا رہنے والا لائف ارکسن غالباً پہلا یورپی ہے جس نے کینیڈا کی سرزمین پر قدم رکھا۔ اس کے بعد اطالوی جان کیبٹ جو انگریزوں کی ملازمت میں تھا یہاں آیا اور واپس جانے پر انگریز اس قدر خوش تھے کہ اسے "امیر البحر اعظم" کہا کرتے اور اس کی عزت و تکریم کی وجہ سے اسے سر پر بٹھاتے اور یہ سلک کا لباس پہن کر جب نکلتا تو اسے دیکھ کر دیوانہ ہوئے جاتے تھے۔

پھر ژاک کارتیئر جو ایک فرانسیسی تھا۔ اس نے خلیج سینٹ لارنس دریافت کی اور اس جگہ تک پہنچ گیا جہاں کینیڈا کا سب سے بڑا شہر مانٹریال واقع ہے واپسی پر اس نے کینیڈا کی دولت کے افسانے اپنے بادشاہ کو سنائے کہ جہاں پناہ! وہاں سونے کے ورق انسان کے ناخن کے برابر موٹے ہوتے ہیں اور ہیرے اور جواہرات اس قدر اعلیٰ اور قیمتی ہیں کہ شاید ہی کسی انسان نے دیکھے ہوں اور یہی شخص تھا جو پہلی بار کینیڈا کا ایک انڈین چیف جس کا نام ڈوناکونا تھا اپنے ہمراہ یورپ لایا اور یہ چیف وہ عجائبات دیکھنے آیا تھا جو اس نے اپنے وطن میں یورپ کے بارے میں سنے تھے کہ یہاں بے پناہ سونا، ہیرے اور جواہرات ملتے ہیں۔ ایسے انسان بستے ہیں جو ہوا میں پرواز کرتے ہیں اور ایک ٹانگ کے آدمی بھی ہوتے ہیں۔

اس کے بعد انگریز اور ڈینش سیاح آتے رہے اور یہاں پہنچ کر اس علاقہ کے پانیوں کو یہی سمجھتے رہے کہ وہ سمندر میں سفر کر رہے ہیں حالانکہ یہ سمندر نہ تھا بلکہ عظیم آبنائے تھیں۔

ہڈسن ایک ماہ تک جان جوکھوں کا سفر کرتے کرتے اُس خلیج تک پہنچا جسے آج خلیج ہڈسن کا نام دیا گیا۔ کس قدر مصائب اور خطرات کے بعد وہ یہاں پہنچا یہ رونگٹے کھڑے کر دینے والی داستان ہے۔ جاڑے آ گئے تھے اس لئے وہ یہ دن گزارنے کے لئے یہاں ٹھہر گیا۔ بہار آئی تو پھر اس نے اپنے ملاحوں کو آگے مغرب کی طرف چلنے کو کہا تو انھوں نے بغاوت کر دی اور ہڈسن اور اس کے چند ساتھیوں کو ایک چھوٹی سی کشتی میں ڈال کر اپنا جہاز وطن کی طرف موڑ لیا۔ اکثر باغی تو بچ بچا گئے لیکن کشتی برباد ہو گئی۔

پہلا سیاح جو یہاں بطور آباد کار پہنچا وہ ایک فرانسیسی شامپلان تھا۔ یہی وہ شخص تھا جس نے کینیڈین قوم کی بنیاد رکھی۔ یہ ملک کے اندر اس حصے تک گیا جہاں اس وقت تک اور کوئی نہ پہنچا تھا اور یہی وہ شخص تھا جس نے یہ منصوبہ بنایا کہ اس کے ہموطن فرانسیسی ان پرسکون علاقوں میں چین اور آرام کی زندگی گزار سکتے ہیں۔ یہ سیاح ۱۶۰۴ء میں یہاں آیا اور پھر جلد ہی واپس چلا گیا اور ۱۶۰۸ء میں پھر واپس آیا اور دریائے سینٹ لارنس کے کنارے تین دو منزلہ مکان اور سٹور بنا کر کیوبک اور کینیڈا کی بنیاد رکھ دی۔ یہ کل ۲۸ آدمی تھے جن میں سے ۱۶ سردی کی تاب نہ لا کر خوفناک جاڑوں میں دم توڑ گئے لیکن شامپلان کامیاب و کامران رہا۔ اس نے سمور کی تجارت کو فروغ دیا تا وہ مزید سیاحت اور آبادکاری کے لئے رقوم مہیا کر سکے۔ اس نے نوجوان فرانسیسی لڑکوں کو ریڈ انڈینز کے ساتھ لگایا تا کہ وہ ان سے مقامی شکار کے طریق سیکھ سکیں۔ اور پھر یہی لڑکے بالے مستقبل کے سیاح (explorer) بن گئے۔ پھر یہی شامپلان فرانس سے پادری اور کاریگر لے آیا۔ انگریزوں اور فرانسیسیوں کی ان دنوں بڑی دشمنی تھی اور انہی دنوں کچھ انگریز اسے اور اس کے ساتھیوں کو قید کر کے دوبارہ یورپ لے گئے لیکن اس کے جنون میں فرق نہ آیا اور یہ وہاں سے اسی ملک میں پھر آیا جسے وہ "جدید فرانس" کہا کرتا تھا۔ ۱۶۳۵ء میں اسی شہر کیوبک میں جسے اس نے خود آباد کیا تھا فالج، کمزوری اور بڑھاپے کی تاب نہ لا کر اس دنیا سے ہی روٹھ گیا۔

شامپلان پہلا شخص تھا جو یہ سمجھ گیا کہ ملک کا جاڑا آبادکاری کا دشمن نہیں بلکہ وہ لوٹ اور کھسوٹ ہے جو یورپین لٹیرے کر رہے تھے۔ یہ لوگ آتے یہاں کے باشندوں سے اونے پونے قیمتی مال لے جاتے لیکن یہاں بسنے کے لئے تیار نہ ہوتے۔ شامپلان اپنے ہمراہ پادری Jesuit بھی لایا۔ یہ لوگ رومن کیتھولک مذہب سے تعلق رکھتے تھے۔ انھوں نے بعض قبائل کو عیسائی بنانے کی بھرپور کوشش کی لیکن کامیابی بہت ہی معمولی ہوئی۔ ان دنوں میں شراب کا ایک

گلاس دے کر چاہے وہ ہی مرتبہ عیسائی بنا لو لیکن ان کا اصل دین تو ان کا اپنا ہی قبائلی مذہب تھا بلکہ ایک مرتبہ تو ان لوگوں نے مانٹریال میں ایک غریب پادری کو ٹکڑے ٹکڑے کرکے مذہبی جشن منا ڈالا۔ آخر ۱۶۴۸ء اور ۱۶۴۹ء میں ان وحشی قبائلیوں نے سب پادریوں کو قتل کرکے اپنے گاؤں پاک صاف کر دیئے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ فرانسیسی سپاہ منگوائی گئی۔ اب قبائلیوں کی باری تھی۔ ان کے گاؤں کے گاؤں صاف کر دیئے گئے۔ کیتھولک مذہب دن دگنی رات چوگنی ترقی کرنے لگا۔ سمور کی تجارت پھلنے پھولنے لگی اور فرانسیسی آباد کار آ گئے لیکن انگریز بھی غافل نہ تھے۔ ۱۶۶۵ء میں ایک انگریزی جہاز اسی علاقے سے سمور اکٹھی کر کے لے گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ انگلستان نے اس کمپنی کو اس علاقے میں تجارتی حقوق عطا کر دیئے گویا یہ ملک ان کے باپ دادا کی ملکیت تھا۔ یہی کمپنی پھر بعد میں چل کر ہڈسن بے کمپنی (Hudson Bay Coy) کہلائی اور یہ کمپنی بالکل اسی طرح کی کمپنی تھی جو ہندوستان میں ایسٹ انڈیا کمپنی تھی۔ یہ کمپنی آج بھی زندہ ہے۔ سارے ملک میں اس کی شاخیں ہیں۔ ٹورنٹو میں بھی ان کی ایک دکان ہے جس میں میں بھی گیا ہوں۔ اس کو دیکھ کر حیرت ہوتی تھی کہ اس ایک دکان میں لاکھوں نہیں کروڑوں ڈالر کا سامان رکھا ہے اور جس دن میں اس دکان میں گیا تھا اس دن Sale لگی ہوئی تھی دکان کیا تھی بہت بڑا ہال تھا اور تین منزلہ بلڈنگ میں سامان بک رہا تھا۔ آپ نے ہرگز کوئی بہت پُررونق میلا دیکھا ہے جہاں کھوے سے کھوا چھلتا ہو گذرنے کا راستہ نہ ہو تو یہ Bay کمپنی کا سماں تھا اور صبح ۹ بجے سے لے کر رات ۸ بجے تک یہی حال رہا۔ اتنی بھیڑ بھڑکے میں کہ لاکھوں کا مال چوری بھی ہو سکتا ہے۔ میں زیورات والے سیکشن میں کھڑا کچھ چیزیں دیکھ رہا تھا تو میرے ساتھ کھڑی ہوئی دو لڑکیوں نے آپس میں کچھ کھسر پھسر کی۔ ایک دوسرے سے کہہ رہی تھی۔ ذرا اوپر دیکھو اس کی آواز سن کر میں نے بھی اوپر دیکھا۔ ان لڑکیوں کے عین سامنے قریباً ۸ فٹ اونچے ستون پر ایک ٹیلی ویژن کی سکرین لگی ہوئی تھی اس پر لکھا تھا "یہ ہال ٹیلی ویژن کیمروں کی زد میں ہے اور اس کی نگرانی کی جا رہی ہے۔" اب کسے جرأت تھی کہ چوری کا سوچ بھی سکتا؟

فرانسیسیوں کے ارادے یہی تھے کہ شمالی امریکہ میں اپنی مستقل حکومت قائم کر لی جائے لیکن انگریز بھی ہوشیار تھے اور یورپ میں انگریزوں اور فرانسیسیوں کی ہفت سالہ جنگ (۱۷۵۶ - ۱۷۶۳ء) شروع تھی اور یہ امریکن جنگ بھی اسی کا حصہ بن گئی اور ۱۷۵۹ء میں انگریز جرنیل ولف نے فرانسیسی جرنیل مونتکام کو فیصلہ کن شکست دے کر کینیڈا کو ہمیشہ کے لئے فرانس کی نوآبادی بنانے کا خواب پریشان کر دیا اور فرانسیسی ہمیشہ کیلئے خاموش کر دیئے گئے اور اس طرح ۱۷۷۴ء میں کیوبک ایکٹ کے ذریعہ انگریزوں نے اپنی سلطنت کی بنیاد رکھ دی۔ انتظام کا پرانا تانا بانا وہی رہا۔ لیکن اب احکامات بجائے پیرس کے لندن سے آنے لگے۔

(باقی آئندہ)

○

پھلوں کی حفاظت

سیب کی مصنوعات

جناب تنویر احمد شہزاد ایم ایس سی (آنرز) (ہارٹیکلچر) ریسرچ آفیسر مینگو ریسرچ سٹیشن شجاع آباد

تعارف (INTRODUCTION)

سیب کا پھل اپنے غذائی اجزاء کے باعث قدرت کا ایک بہترین عطیہ ہے اس میں تمام قسم کے وٹامن پائے جاتے ہیں مریضوں کے لئے بہت مفید ہے خاص طور پر دل کے مریض کے لئے تو یہ بہت ہی مقوی ہے انگریزی میں سیب کے متعلق ایک محاورہ ہے:۔

"Apple a day, keeps the doctor away."

اس پھل سے زیادہ سے زیادہ استفادہ حاصل کرنے کے لئے اسے مختلف حالتوں میں محفوظ کیا جاتا ہے تاکہ اسے زیادہ سے زیادہ عرصے تک استعمال میں لایا جا سکے۔ نومبر، دسمبر اور جنوری کے مہینوں میں کثرت سے ملتا ہے اور اس دوران اس کی قیمت دوسرے مہینوں کی نسبت کم ہوتی ہے لہٰذا ہمیں اس سے پورا پورا فائدہ اٹھانا چاہیئے۔

سیب سے جام، مربہ، جیلی اور مارملیڈ وغیرہ تیار کئے جاتے ہیں۔

جام (APPLE JAM)

سیب	Apple	۵ کلوگرام
چینی	Sugar	۵ "
سٹرک ایسڈ	citric acid	۲ گرام فی کلوگرام
پانی	water	۱/۲ "
اورنج ریڈ کلر	Orange red colour	۱/۲ ۱ گرام یا حسب منشا

پھل کا انتخاب

پھل صحت مند اور اعلیٰ قسم کا ہونا چاہیئے زخمی بیمار اور گلا سڑا پھل منتخب نہیں کرنا چاہیئے۔

دھونا اور چھلکا اتارنا

چھلکا اتارنے سے پہلے پھل کو تین چار مرتبہ کھلے صاف پانی میں اچھی طرح سے دھو لیں بعد میں صاف کپڑے کی مدد سے خشک کر لیں اور چند منٹ تک دھوپ میں رکھیں تاکہ جراثیم وغیرہ مر جائیں اب سٹین لیس سٹیل کے چاقو یا چھری سے اسے چھیل لیں اور دو حصوں میں کاٹ کر بیج وغیرہ نکال دیں۔ پھر اسے باریک باریک ٹکڑوں میں کاٹ لیں۔

تیاری

کاٹے ہوئے پھل میں فارمولہ کے مطابق پانی ڈال کر پھل کو کسی سٹین لیس سٹیل کے برتن میں ہلکی سی آگ پر رکھیں۔ جب پھل نرم ہو جائے تو اس میں فارمولہ کے مطابق چینی ڈال کر پندرہ بیس منٹ تک آگ پر پکائیں۔ جب درجہ حرارت ۲۲۰ سے ۲۲۲ ڈگری فارن ہیٹ تک پہنچ جائے تو جام تیار ہو جائے گا۔

اب ایک چمچہ میں تھوڑا سا میٹریل لے کر اسے نیچے گرائیں اگر آخری قطرہ موتی بن جائے تو سمجھ لیں کہ جام تیار ہے۔ اب اسے نیچے اتار کر اس میں چینی کے برتن میں حل شدہ سٹرک ایسڈ ڈال کر خوب اچھی طرح سے ملائیں۔ پھر اسے کچھ دیر کے لئے دوبارہ آگ پر گرم کریں۔ نیچے اتار کر اس میں رنگ ملا لیں۔ اور جام کو ٹھنڈا ہونے دیں۔

بوتلوں میں ڈالنا اور موم لگانا

کھلے منہ والی شیشے کی بوتلوں کو ابلتے ہوئے پانی میں ڈال کر سرف سے خوب اچھی طرح سے صاف کریں۔ کارک بھی ابلتے ہوئے پانی میں کچھ دیر تک پڑے رہنے دیں۔ تاکہ جراثیم سے پاک ہو جائیں۔ پھر ان کو دھوپ میں رکھیں تاکہ خشک ہو جائیں بوتلوں کو صاف کرنے کا ایک طریقہ یہ بھی ہے کہ تھوڑا سا پوٹاشیم میٹا بائی سلفائیٹ لے کر اسے تھوڑے سے پانی میں حل کر کے بوتلوں میں ڈالیں اور پانی انڈیل لیں۔ کارک وغیرہ بھی اسی میں ڈبوئیں۔ اب صاف شدہ بوتلوں میں جام ڈال کر کارک لگا دیں۔ عام موم کو لوہے یا چینی کے برتن میں پگھلا کر بوتلوں کو الٹا کر کے اس موم میں ڈبو دیں تاکہ یہ مکمل طور پر ہوا بند ہو جائیں۔ اب بوتلوں کو لیبل لگا کر ہوادار جگہ پر رکھیں۔

مربّہ

سیب سے نہایت اعلیٰ قسم کا مربّہ بھی تیار کیا جا سکتا ہے:

پھل کا انتخاب:

سیب پختہ ہونا چاہیئے تاکہ اس کا باریک چھلکا آسانی سے اتر سکے نیز یکساں رنگ اور جسامت کا پھل ہونا چاہیئے۔

دھونا اور چھلکا اتارنا

چھلکا اتارنے سے پہلے پھل کو اچھی طرح سے صاف پانی سے دھوئیں اس طرح کرنے سے پھل جراثیم سے پاک ہو جاتا ہے اب اس کو سٹیل کے چاقو سے چھلکا اتار لیا جائے اور ساتھ ہی کسی نوکدار تنکے یا کانٹے کی مدد سے پھل میں چھید کرنے چاہئیں اور پھل کی سطح ہموار کرنی چاہیئے۔ پھل چھیل کر نمکین پانی کے محلول میں ڈالتے جائیں تاکہ ہوا لگنے سے چھلے ہوئے پھل کا رنگ خراب نہ ہو۔

چینی کا قوام تیار کرنا

ایک کلوگرام چھلے ہوئے سیب کے لئے ایک کلوگرام چینی میں ½ کلوگرام پانی ڈال کر پکائیں یہاں تک کہ قوام بن جائے۔

پھل کا پکانا: شربت میں پھل ڈال کر پندرہ بیس

منٹ تک کے لئے اچھی طرح پکائیں اور اس کے بعد رات بھر پڑا رہنے دیں۔ دوسرے روز شربت اور پھل دونوں کو پھر بیس منٹ تک پکائیں تاکہ شربت اچھا گاڑھا ہو جائے۔ اب اس تیار شدہ مربّہ کو شیشے کے مرتبان میں بھر کر رکھ دیں۔

جیلی (JELLY.)

پھل کا انتخاب

جیلی کے لئے پختہ اور مختلف جسامت کے پھل استعمال میں لائے جا سکتے ہیں۔

پھل کاٹنا

پھل کاٹنے سے قبل یہ بات ذہن نشین کر لینی چاہیئے کہ جیلی کے لئے اعلیٰ قسم کے پھلوں کی ضرورت نہیں بلکہ ترش پھل بہتر ہیں۔ پھل کو کھلے پانی میں خوب دھوئیں اور چھوٹے چھوٹے ٹکڑوں میں کاٹ کر پتیلے میں ڈال دیں۔ پھل چھیلنا نہیں چاہیئے۔

پکٹین نکالنا: (Removal of Pectin.)

کٹے ہوئے پھل میں اتنا پانی ڈال دیں کہ پھل کے ٹکڑے اس میں ڈوب جائیں اور اب آگ پر رکھ کر گرم کریں۔ حتیٰ کہ ابلنے لگے۔ جس وقت پھل کے ٹکڑے نرم ہو جائیں تو اس کو آگ پر سے اتار لیں اور کسی ململ کے کپڑے میں ڈال کر نچوڑ لیں۔ ہاتھ سے نہ دبائیں۔ اگر چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بنیں تو اس کو اور گرم کریں۔

چینی ملانا: (Mixing of Sugar.)

نتھارے ہوئے رس میں مندرجہ ذیل مقدار میں چینی ملائیں:۔

زیادہ پکٹین۔ ½ کلوگرام رس ½ کلوگرام چینی
درمیانی پکٹین ½ کلوگرام رس ۳۷۵ گرام چینی
(تقریباً ۱۲ اونس)

جیلی پکانا: (Cooking of Jelly.)

پکٹین میں چینی ملا کر اس کو پکنے دیں۔ جب باریک بلبلے نمودار ہونے شروع ہو جائیں۔ تو چمچہ میں ڈال کر شیٹنگ ٹسٹ کریں اگر بڑے بڑے تودے گریں تو جیلی تیار ورنہ اس کو اور زیادہ ابالنا چاہیئے۔ اب اس میں تقریباً ۲۰ گرام سٹرک ایسڈ فی گرام کے حساب سے ملا دیں۔ ٹھنڈا ہونے پر صاف بوتلوں میں ڈال کر موم لگا دیں۔

فاستبقوا الخیرات

سالانہ انعامی مقابلہ مضمون نویسی

زیرِ اہتمام شعبۂ تعلیم مجلس خدّام الاحمدیہ مرکزیہ ربوہ

خدام کا علمی و ادبی معیار بلند کرنے اور تحقیق و جستجو کا ذوق بیدار کرنے کے لئے شعبۂ تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے زیر اہتمام ہر سال مضمون نویسی کا مقابلہ کروایا جاتا ہے۔ امسال اس انعامی مقابلہ کی رقم پہلے سے تین گنا بڑھا کر اوّل، دوم، سوم آنے والے مقالہ نگاروں کے لئے بالترتیب -/۳۰۰ روپے، -/۲۰۰ روپے اور -/۱۰۰ روپے کر دی گئی ہے۔ امسال مقالہ کے لئے "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے سفر (ہجرت مدینہ تک)" کا دلچسپ عنوان مقرر کیا گیا ہے۔ ہر خادم کو اس مقابلہ میں حصولِ ثواب کی خاطر شامل ہونا چاہیئے اور ہر مجلس کا کم از کم ایک نمائندہ تو بہر حال اس مقابلہ میں شریک ہو۔

رہنمائی کے لئے مقالہ کے ذیلی عناوین، فہرست کتب اور ہدایات دی جا رہی ہیں۔ ان کی روشنی میں خدّام مقالہ تیار کریں:-

(۱) ہدایات:

- مقالہ آٹھ ہزار سے دس ہزار الفاظ پر مشتمل ہونا چاہیئے
- مقالہ کی کتابت خوشخط ہو۔ بہتر ہوگا کہ کسی اچھا لکھنے والے کی خدمات حاصل کی جائیں۔
- مقالہ کے آخر میں ان کتب کی فہرست دی جائے جن سے استفادہ کیا گیا ہو۔
- مقالہ مجلّد ہونا چاہیئے۔
- مرکز میں مقالہ پہنچنے کی آخری تاریخ ۳۱ جولائی ۱۹۷۸ء ہے۔

(ب) ذیلی عناوین:

- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا والدہ کے ہمراہ سفر یثرب۔
- حضورؐ کا پہلا سفر شام اور واقعہ بحیریٰ راہب
- حضورؐ کے تجارتی سفر (شام و یمن وغیرہ کے سفروں کا مختصر تذکرہ، ان کا پس منظر اور نتیجہ)
- حضورؐ کا سفر طائف (غرض و غایت اور حالات سفر)
- حضورؐ کا سفر ہجرت (یثرب میں اسلام، ہجرت کا پس منظر، اغراض و مقاصد، قریش کے منصوبے، تیاری سفر، غار ثور میں پناہ، سراقہ کا تعاقب اور دیگر حالات سفر)
- ورودِ قبا اور قیام
- مدینہ میں تشریف آوری (استقبال، قیام مدینہ مختصر ابتدائی حالات)
- ہجرت مدینہ کے تاریخ کا خاکہ

(ج) فہرست امدادی کتب:

(۱) عربی کتب:

- احادیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم۔ (خصوصاً بخاری و مسلم) ان کے تراجم بھی موجود ہیں۔
- سیرۃ ابن ہشام۔ (مصنفہ ابو محمد عبدالملک بن ہشام)
- تاریخ طبری (" علامہ ابو جعفر جریر الطبری
مترجم: سید محمد ابراہیم ایم اے)
- طبقات ابن سعد (مصنف محمد بن سعد
مترجم: عبداللہ العمادی)
- سیرۃ الحلبیہ (مصنف علامہ برہان الدین)
- تاریخ ابن اثیر (مصنفہ علامہ عزالدین ابوالحسن علی)
- تاریخ ابن خلدون (مصنف علامہ عبدالرحمٰن بن خلدون
مترجم علامہ حکیم حسین عثمانی)
- تاریخ الخمیس۔ (مصنفہ علامہ شیخ حسین بن محمد)
- زاد المعاد (مصنف حافظ ابن قیمؒ
مترجم۔ رئیس احمد جعفری)
- سیرۃ النبیؐ (مصنف ڈاکٹر محمد حسین ہیکل
مترجم۔ مولانا محمد وارث کامل مرحوم)

نوٹ: معلومہ تراجم کا نام لکھ دیئے گئے ہیں۔ ممکن ہے اور تراجم بھی ہوں۔

(۲) اردو کتب:

- حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی متفرق کتب میں اس مضمون کا ذکر ملتا ہے۔ خاص طور پر براہین احمدیہ، حقیقت، چشمہ معرفت اور ملفوظات جلد دوم ملاحظہ فرمائیں۔
- سیرۃ النبیؐ (حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد
خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ)
- دیباچہ تفسیر القرآن " "
- سیرۃ خیر الرسلؐ " "
- اسوۂ حسنہ " "
- سیرۃ خاتم النبیینؐ (جلد اول) (از حضرت مرزا
بشیر احمد ایم اے رضی اللہ عنہ)
- سیرۃ النبیؐ (علامہ شبلی نعمانی)
- رسول رحمتؐ (مقالات ابوالکلام آزاد۔ مرتبہ
غلام رسول مہر)
- رحمۃ للعالمینؐ (قاضی محمد سلیمان صاحب منصورپوری)

- سیرت خیر البشر۔ مؤلف مولانا محمد علی ایم اے
- الخطبات الاحمدیہ فی العرب والسیرت المحمدیہ۔ مؤلف سر سید احمد خان
- انسان کامل ” خالد علوی
- تاریخ اسلام حصہ اول ” معین الدین ندوی
- ” ” ” دوم ” مولانا اکبر شاہ خان نجیب آبادی

(یہ کتب زیادہ تر بطور ماخذ کے ہیں ان کے علاوہ اور کتب سے بھی مدد لی جا سکتی ہے)

(۳) فارسی کتب:

- مدارج نبوت۔ مؤلف شیخ عبدالحق محدث دہلوی
- حیات فخر کائنات ” شیر محمد پسر محمد گل خان (کابل)

(۴) انگریزی کتب:

- محمد ان مکہ۔ (منٹگمری واٹ)
- لائف آف محمدؐ (سر ولیم میور)
- ہسٹری آف دی عربز (پروفیسر حتی۔ اس کا ترجمہ موجود ہے)
- ہیروز اینڈ ہیرو ورشپ (تھامس کارلائل)

(نوٹ: یہ ذیلی عناوین اور فہرست کتب صرف رہنمائی کے لئے بطور خاکہ کے ہیں۔ مقالہ میں مزید وسعت پیدا کی جا سکتی ہے)

حافظ مظفر احمد

(مہتمم تعلیم مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ)

Monthly KHALID Rabwah Regd. No. L5830

Sulh 1357 H S - January 1978

Printed at the Nusrat Art Press, Rabwah.